کر کے بوجھ ڈالے زیادہ ٹھیک نہیں۔

سوال میں جس صورت کا ذکر ہے کچھ علم نہیں کہ کتنا وقت صرف ہوا اور ثالث کا کتنا خرچ ہو کیونکہ ہر شے موقع محل سے تعلق رکھتی ہے بعض موقعہ پر دس روپے زیادہ ہوں۔ بعض موقعہ پر اس سے زیادہ بھی کم میں اس کا اندازہ فریقین ہی کر سکتے ہیں۔ (عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم روپڑ (انبالہ) ۹ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ)

سود کا بیان

تجارت پر روپیہ دے کر مقررہ نفع لینا

سوال ۔ کوئی تاجر شخص اس شرط پر روپیہ لینا چاہتا ہے۔ تجارت کے لئے کہ وہ اپنے ماہوار منافع سے ایک صد روپیہ کا منافع پانچ روپیہ دے گا وہ منافع کا حصہ اس لئے مقرر نہیں کرتا ایسا کرنے میں وہ کہتا ہے کہ میری ایمانت داری پر شک پڑتا ہے کیا اس طرح مقرر کر کے منافع لینا جائز ہے۔

جواب ۔ مقررہ رقم منافع نہیں بلکہ سود ہے کیونکہ منافع ہمیشہ ایک اندازے پر نہیں ہوتا ہاں حصہ مقرر ہو سکتا ہے۔ کہ جو منافع آئے اس کا نصف یا کم و بیش۔ ایمانداری پر شک کی کوئی وجہ نہیں۔ حساب صاف ہو تو اس قسم کے شکوک آخر رفع ہو جاتے ہیں۔ (عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم روپڑ ضلع انبالہ)

بنک کے سود سے مسجد

سوال ۔ گاؤں فیروز والی[عہ] بالا میں بنک زمیندارہ عرصہ تقریباً پندرہ سال سے قائم ہے اب اس میں مسلمان ممبران کا سود یا منافع چند ہزار روپیہ تک جمع ہے اور بنک اپنے اصول کے مطابق وہ منافع ممبران میں تقسیم کرنا چاہتی ہے ان ممبران کی خواہش ہے۔ کہ اس مشترکہ منافع یا سود سے کچھ روپیہ تعمیر مسجد لگایا جائے آیا اب یہ روپیہ حسب خواہش ممبران مذکور مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (محمد اسماعیل)

جواب ۔ سود کا روپیہ حرام ہے۔ حرام کو حرام رستے پر خرچ کر سکتے ہیں۔ نیک رستے حرام مال نہیں لگ سکتا حدیث میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک ہی کو قبول کرتا ہے

عہ یہ میرا آبائی گاؤں ہے (مرتب)

ایک روایت میں ہے لا یقبل اللہ الا الطیب یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہی قبول کرتا ہے ۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

سودی رقم سے حاصل کیا ہوا قرضہ حرام ہے یا حلال

سوال ۔ کیا سودی قرضہ لینے سے سود دہندہ کا وہ مال جو اس نے سودی رقم سے حاصل کیا ہے حرام ہے یا حلال ؟ اور اس کی دعوت وعطیہ قبول کرنا شرعاً درست ہے یا نہ سود لینے والے اور دینے والے کے مال میں از روئے حلت وحرمت مال کچھ فرق ہے یا نہیں وہ قاعدہ جو مشہور بین الفقہاء ہے کہ جو شے حلال محض بذریعہ حرمت ہے وہ شے بھی حرام ہو جاتی ہے یہ قاعدہ کلیہ صحیح ہے یا غلط ؟

جواب ۔ سود دینے والے کا مال حرام نہیں اگرچہ سود دینا حرام ہے اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ الآیۃ

یعنی اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو بقیہ سود چھوڑ دو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے واسطے اصل مال ہے ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حرمت کا اثر اصل مال پر نہیں پڑتا اگر اصل مال پر بھی پڑتا تو توبہ کے بعد بھی اس کے پاک ہونے میں شبہ ہوتا مثلاً خرچی زانیہ ہے تو توبہ کے بعد بھی حرام ہے اس لئے کہ جو شے حرام ہے وہ زیادتی ہے جس کو سود کہتے ہیں وہ دینے والے کے مال میں اپنی حرکت کا اثر نہیں کر سکتی زیادہ دینا بے شک حرام ہے اور اس وجہ سے دینے والا گنہ گار ہوتا ہے لیکن اصل مال حرام نہیں ہو سکتا ۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے حیض میں اپنی عورت سے وطی کی تو اس وطی سے پیدا شدہ اولاد بالاتفاق حلال ہے اگرچہ وطی حرام ہے ۔

ایسی ہی اس کی مثال یہ بھی ہو سکتی ہے جیسے ایک مال چھڑانے میں ایک شخص کا نمبر پیچھے ہے وہ کچھ رشوت دے کر پہلے چھڑا لے تو بے شک گنہ گار ہوگا اور لینے والے کے لئے یہ مال حرام ہوگا ۔ لیکن رشوت دینے والے کے لئے چھڑایا ہوا مال حرام نہیں ہو سکتا ۔ ٹھیک اسی طرح سود کا قرض اور سود کا دینا ہے سود کا قرض حلال مال ہے اور سود کا دینا حرام ہے کیونکہ سود پر جو روپیہ لیا جاتا ہے وہ قرض ہوتا ہے اور اصل قرض جائز ہے صرف ایک شرط خلاف شرع (یعنی سود کی شرط ہونے کی وجہ سے اس قرض لینے کو حرام کہا جاتا ہے ۔ مگر اس سے اصل روپیہ حرام نہیں ہوتا ۔ خلاصہ یہ کہ اصل مال کی حرمت اس وقت ہے جب حرام

خواہ استعمال کے عوض ہو جیسے خرچی زانیہ جو استعمال بضعہ کے عوض ہے یا کسی عینی شے کے عوض ہو جیسے

قیمت شراب یا اس سے بیگانہ حق متعلق ہے جیسے چوری وغیرہ ان صورتوں کے علاوہ اصل مال حرام نہیں ہوسکتا گو کچھ گناہ بیشا ہو کیونکہ عارضی حرمت اصل مال کی رو سے خارجی حرکت کے حکم میں ہے جیسے ایک شخص کی کمائی حلال کی ہے مگر بوجہ ترک نماز اس نے اس کو حاصل کیا ہے تو نماز نہ پڑھنے کا فعل اگرچہ حرام ہے مگر اس سے جو کمائی حلال کی اس نے حاصل کی ہے وہ حرام نہیں ہوسکتی کیونکہ نماز نہ پڑھنا اس کا ایک امر خارجی ہے جس کو اصل مال میں کچھ دخل نہیں، کما لا یخفیٰ۔

اس تحقیق سے سود دینے والے اور لینے والے کے مال میں فرق معلوم ہوگیا، سود دینے والے کا مال حرام ہے اور سود دینے کا فعل حرام ہے اور سود لینے والے کی اصل رقم حلال ہے اور جو زائد لیتا ہے وہ حرام ہے اصل رقم کے حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کی اپنی شے ہے اور جو زائد لیتا ہے۔ وہ اس کی اپنی شے نہیں اور نہ کسی اپنی شے کا عوض ہے اور جو لیتا ہے وہ شرط باطل کے ساتھ ہے اس لئے وہ حرام ہے۔

فقہاء کا قاعدہ مزید اور مزید علیہ سے متعلق نہیں بلکہ مزید اور مزید علیہ میں دوسرا قاعدہ جاری ہوگا۔ وہ یہ ہے لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت ورنہ بہت سے محظورات لازم آئیں گے جیسے ایک شخص خود عمل نہیں کرتا تو اس کو امر بالمعروف بھی حرام ہو یا تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنا حرام ہے تو چاہیئے کہ ایسے شخص کو ستر ڈھانپنا بھی حرام ہو۔ فقط واللہ اعلم (عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم)

لقد اصاب من اجاب، ابو محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب نجیح کتبہ محمد سلیمان عفی عنہ مئوی مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

الجواب صحیح نذیر الدین احمد البنارسی۔

(۱) تعاقب از مولانا شرف الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی

ہو الموفق۔ ان مجیب صاحبوں نے جو کچھ لکھا ہے بالکل غلط ہے میں مفصل جواب الگ لکھ چکا ہوں۔ اور مستفتی کو دیدیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بحکم آیت وحرم الربا سود قطعی حرام ہے اور سود لینے والے کا پیسہ سود حرام ہے اس پیسہ کو لے کر سود دہندہ تجارت کرتا اور کماتا ہے لہٰذا جو کچھ حرام سے کمایا وہ بھی حرام ہے۔ اور بحکم آیت لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ حرام وحدیث صحیح ان اللہ حرم علیکم اموالکم الحدیث پرائے مال میں اباحت نہیں بلکہ حرمت ہے۔ فافہم وتدبر۔ ابو سعید محمد شرف الدین مدرسہ مدرسہ میاں صاحب مرحوم

تائید تعاقب از مولانا ابوالزبیر محمد یونس مدرسہ حضرت میاں صاحب ؒ دہلی

جوابات مذکورہ بالا سب غلط ہیں، حضرات مجیبین نے مسامحت سے کام لیا ہے مولانا شرف الدین صاحب کی تحریر درست ہے، سود لینے دینے کی حرمت نص ہے۔ جو قرضہ سود پر لیا گیا وہ بوجہ سودی شرط کے حرام ہے لہذا ایسی کمائی کے مال سے جو دعوت کی جائے اس کا قبول کرنا بھی حرام ہے اور کھانا بھی حرام ہے ایسے اموال کے متعلق حلت کا فتویٰ دینا عوام کو اور دلیر کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کی زیادہ بربادی کا سبب سود کا لینا دینا ہے خطابی نے جو کہا ہے۔ كُلُّ أَمْرٍ يَتَذَرَّعُ بِهِ إِلَى الْمَحْظُورِ فَهُوَ مَحْظُورٌ بہت ٹھیک اور درست ہے اور جو حدیث اس قول کے اوپر مذکور ہے اس سے یہ قول مستنبط ہے اتباع سلف کا یہ دعویٰ کرتے ہوئے اپنے قیاس اور شذوذ سلف کے قاعدہ پر مقدم کرنا باعث تعجب ہے واللہ اعلم بالصواب۔

عاجز ابوالزبیر محمد یونس غفرلہٗ مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب دہلی مرحوم

جواب تعاقب

مولوی شرف الدین صاحب نے پہلی دلیل آیت کریمہ وحرم الربا پیش کی ہے حالانکہ اس کو بحث سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ ربا زیادتی کو کہتے ہیں سو وہ بالاتفاق حرام ہے اس طرح دوسری دلیل کو سمجھ لیں کیونکہ عاقل کا مال باطل کے ساتھ کھانے والا سود خوار ہے نہ کہ سود دینے والا۔ کہ عاقل کا مال نہیں کھاتا۔ کیونکہ درہم و دینار عقود میں متعین نہیں ہوتے ورنہ ربا کا معاملہ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ میں داخل ہو جائے گا۔ اگر کہا جائے کہ داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ آیت ربا آخر میں اتری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر معاملہ ربا کی حرمت کے لئے یہ آیت پیش کرنی ٹھیک نہیں ہوگی۔

نیز آیت کریمہ وحرم الربا نے اس اجمال کی تفصیل کر دی کہ معاملہ ربا میں حرام زیادتی ہے سو ربا کے معاملہ میں اکل مال بالباطل سے یہی مراد ہوگی۔

تیسری دلیل مولوی شرف الدین صاحب نے حدیث پیش کی ہے ان الفاظ کے ساتھ مجھے حدیث یاد نہیں اگر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حرمت دوسرے کے تعلق کی وجہ سے ہے جو عارضی ہے اور رضامندی سے دوسرے کا تعلق ضائع ہو جاتا ہے پس اصل اباحت رہی۔

دوسری دلیل میں بہت سی تفصیل ہے جو طول کو چاہتی ہے عندالضرورت کی جائے گی۔ انشاءاللہ۔ مولوی محمد یونس صاحب نے کوئی بات قابل جواب نہیں کہی۔ حنفیہ کے مقابلہ قیاس کا لفظ بولتے بولتے ہر ایک کے مقابلہ میں بولنے لگ گئے حالانکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسے قیاس اور ایسی مثالیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیا کرتے تھے چنانچہ ایک شخص نے پوچھا کہ اپنی بہن کی طرف سے حج کروں؟ تو فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو ادا کرتا کہا ہاں پھر فرمایا کہ اللہ کا قرض زیادہ لائق ہے کہ ادا کیا جائے رہا سلف کی مخالفت کا الزام سو سلف سے اس بارہ میں غیر امر کچھ ثابت ہی نہیں نیز خطابی ؒ نے جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کا مطلب ہم اوپر بتا چکے ہیں بس کوئی اعتراض نہیں۔

عبداللہ امرتسری انروڑ ضلع انبالہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ بروز منگل

پراویڈنٹ رقم جو بنک میں جمع ہوتی ہے اسکے سود کا حکم

سوال۔ ایک شخص سرکاری مدرسہ میں مدرس ہے اس کی ماہوار تنخواہ سے پراویڈنٹ فنڈ یعنی ایک آنہ فی روپیہ جمع ہوتا رہتا ہے اور اتنا ہی سرکار اس کے نام اپنی گرہ سے جمع کرتی ہے جب وہ مدرس ملازمت سے علیحدہ ہوگا یہ جمع شدہ روپیہ مع کچھ سود کے اس مدرس کو مل جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ بھی جمع کرانا پڑتا ہے اور سود نہ وصول کرنے کے لئے بھی مدرس نے کوشش کی۔ مگر جواب ملا کہ گورنمنٹ اپنا قانون چند ایک مسلمان مدرسین کے لئے نہیں بدل سکتی۔ ایسا مدرس جماعت کا وقتاً فوقتاً امام ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟ کیونکہ اس نے ابھی روپیہ یا سود وصول تو نہیں کیا۔ محض اس کے نام جمع ہو رہا ہے؟

بدرالدین ہیڈ ماسٹر ڈی۔ بی سکول سرائل کلاں ضلع امرتسر

جواب۔ چونکہ یہ روپیہ اپنے اختیار سے جمع نہیں کرایا جاتا اس لئے مدرس کے ذمہ گناہ نہیں لیکن سود جائز نہیں اپنی اصل رقم وصول کر کے اپنے استعمال میں لائے اور سود کی رقم وصول کر کے کسی حرام جگہ دیدے مثلاً کسی نے سودی قرض دینا ہے تو اس کا سودی قرض اتار دے یا اپنا جائز حق وصول نہیں ہوتا کوئی ظلم سے دبائے ہوئے ہے وہ کچھ مانگتا ہے تو اس کو سود دے کر اپنا حق وصول کر لے یا کسی پر ناحق جرمانہ ہو گیا ہو تو وہاں ادا کر دے۔ غرض حرام کی شے حرام رستے جانی چاہیئے۔ اپنے استعمال میں نہ لائے اور نہ ان کے پاس چھوڑے کیونکہ وہ اپنے کسی مشن میں صرف کر کے اسلام کو نقصان پہنچائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ

اَھۡلِهٖ مِنۡهُ اَكۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰهِ‌ۚ وَالۡفِتۡنَةُ اَكۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ۔ یعنی تجھ سے مہینہ حرام کی بابت پوچھتے ہیں کہ اس میں لڑائی کرنا (کیسا ہے) کہہ دے کہ اس میں لڑائی کبیرہ گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکنا۔ اللہ کے ساتھ کفر کرنا مسجد حرام سے بند کرنا اور مسجد الحرام کے اہل کو اس سے نکالنا یہ اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور شرک قتل سے بھی بڑھ کر گناہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک مرتبہ مہینہ حرام میں لڑائی ہوگئی تو کفار نے اعتراض کیا کہ انہوں نے مہینہ حرام کی ہتک کی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ مہینہ حرام میں لڑائی بے شک بڑا گناہ ہے۔ مگر جو کام تم کرتے ہو اس سے تو یہ کوئی درجہ ہلکا ہے تم اللہ کے راستہ سے روکتے ہو۔ مسجد حرام میں عبادت نہیں کرنے دیتے۔ شرک کرتے ہو جو قتل سے بھی بڑھ کر ہے اگر ان کاموں کے مٹانے کے لئے مہینہ حرام میں لڑائی ہوگئی۔ تو کیا تمہارے جرم سے یہ جرم بڑھ گیا۔ بلکہ تمہارا جرم کئی گنا بڑھ کر ہے پھر تم کس طرح اعتراض کرتے ہو۔ اس آیت سے یہ مسئلہ نکلا کہ بڑے گناہ سے بچنے کے لئے اگر چھوٹے کا ارتکاب ہو جائے تو یہ محل اعتراض نہیں۔ ہاں اگر دونوں سے بچ سکے تو پھر دونوں سے بچنے کی کوشش کرے لیکن اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ایک کا ارتکاب مجبوراً کرنا پڑے تو پھر ہلکی صورت اختیار کرے جس میں گناہ کم ہو۔ مثلاً جھوٹ بھی گناہ ہے آپس کی نزاع بھی گناہ ہے تو جھوٹ بول کر صلح کرا سکتا ہے کیونکہ جھوٹ آپس کی نزاع سے بہت ہلکا گناہ ہے اس لئے صلح کے لئے جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ یوسف میں ہے۔ وَلَئِنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَلَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ۔ قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَيۡهِ‌ۚ الآیۃ۔ زلیخا نے کہا جو کچھ میں یوسف کو کہتی ہوں اگر نہیں کرے گا۔ تو قید کیا جائے گا۔ اور ذلیل ہوگا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! مجھے قید اس گناہ سے زیادہ پیاری ہے جس کی طرف یہ بلاتی ہے۔ زنا بھی حرام ہے مصیبت مانگنی بھی حرام ہے لیکن یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ زلیخا اپنی بات پر مصر ہے اور کہتی ہے کہ یوسف میری خواہش پوری کرے گا یا جیل میں جائے گا تو یوسف علیہ السلام نے ہلکی صورت اختیار کرتے ہوئے فرمایا۔ اے میرے رب! مجھے جیل زیادہ پسند ہے۔ یعنی یوسف علیہ السلام نے زنا سے بچنے کے لئے جیل کی مصیبت مانگی۔ ٹھیک اسی طرح سوال کی صورت کو سمجھ لینا چاہیے سود کا لینا حرام ہے۔ سود کا چھوڑنا اسلام کا نقصان ہے لیکن لینے میں ہلکی صورت پیدا ہو سکتی ہے جس کی تفصیل اوپر آ چکی ہے پس احتیاط کرنی مناسب ہے۔

عبداللہ امرتسری ۱۲، ربیع الاول

غنی آدمی کا مسلمان کو فائدہ پہنچانے کیلئے غیر مسلم سے سود لینا

سوال۔ سود لینے والی قوم سے اگر کوئی مسلمان سود وصول کرے اور وہ سود کسی مسلمان بھائی کے سود کے عوض یا کسی اور اچھے کام میں خرچ کرے تو کیا ثواب سے یا گناہ ہے؟ احمد الدین امام مسجد محمدی پور

جواب۔ سود چونکہ حرام ہے اس میں کوئی صورت بھی جائز نہیں ہاں اتنا فرق ہو سکتا ہے جیسے کسی عورت سے زنا کرنا اور ایک ہمسایہ کی عورت سے زنا کرنا ہے حرام ہے ہمدردی شرعاً کوئی ہمدردی نہیں۔ حدیث میں ہے ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ، ۱۲ شعبان ۱۳۵۵ھ

مسئلہ بیاج

سوال۔ زمانہ حاضرہ میں مسلمانوں کی حالت افلاس نہایت قابل رحم ہے اہل ہنود سے اہل اسلام ڈیڑھ گنا اور دو گنا سود مقرر کر کے قرضہ لے کر تباہ ہو رہے ہیں بنا بریں اگر متمول لوگ اہل اسلام ایک امدادی فنڈ مقرر کر کے ایک کثیر رقم جمع کریں۔

اور اس سے غرباء لوگوں کو قرضہ دیں اور ان سے اس امدادی فنڈ میں چار آنہ فیصد یا کم و بیش کچھ زائد رقم ادا کرنے کی شرط کر لیں۔ تاکہ امدادی فنڈ کی ترقی اور امداد ہوتی رہے۔ اور غرباء لوگوں کا کام چلتا رہے تو کیا یہ جائز ہے۔ سائل یکے از ملیان بامان بالا ضلع منٹگمری

جواب۔ سود مطلق حرام ہے۔ خواہ بنک کا ہو یا غیر بنک کا مسلمانوں کی خیر خواہی حرام سے طریق سے خیر خواہی نہیں۔ بلکہ بد خواہی ہے کہ حرام کے لئے خود راستہ کھول دیا۔ سود کی کوئی صورت شرع نے حلال نہیں کی بلکہ اس میں تھوڑا بہت حصہ لینے والوں کی بابت بھی سخت وعید آئی ہے۔ عبداللہ امرتسری

بنک میں کاروبار کرنا اور ایسے شخص کی ضیافت کا حکم

سوال۔ محکمہ بنک کا ملازم اپنی محنت کا معاوضہ سمجھ کر بروئے شریعت محمد سودی رقم کے تنخواہ حاصل کر سکتا ہے مذکورہ ملازم جو کہ تنخواہ غیر سودی رقوم سے حاصل کرتا ہے کیا یہ تنخواہ بروئے شریعت اس کے واسطے جائز ہے؟ اور ایسے شخص کا عطیہ اور دعوت قبول کرنا روا ہے یا نہیں۔ سائل محمد یونس

جواب: حدیث شریف میں سود کے کاتب اور شاہد پر لعنت آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنک کے کسی کاروبار میں شرکت موجب لعنت اور حرام ہے خواہ تنخواہ سود کی مد سے ملے یا کسی اور مد سے اور جب یہ پیشہ موجب لعنت اور حرام ہوا تو ایسے شخص کی ضیافت قبول کرنا بھی ٹھیک نہ ہوئی ہاں اگر حلال کی مد سے ہو تو کھانا ناجائز نہ ہوگا۔ مگر ایسے شخص نے اس قسم کا میل ملاپ شرعاً خطرناک ہے۔ شرعی غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے ضیافت مسترد کر دی جائے اور کسی قسم کی رعایت اور لحاظ نہ کیا جائے۔ واللہ الموفق

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم روپڑ ضلع انبالہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ

حفاظت کے لئے بغیر نیت سود کے بنک میں روپیہ جمع کرانا جائز ہے؟

سوال: کیا محض حفاظت کے لئے بغیر نیت سود کے بنک میں روپیہ جمع کرانا جائز ہے؟

جواب: (الف) مشکوٰۃ میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُکُمْ قَرْضًا فَاَھْدٰی اِلَیْہِ اَوْ حَمَلَہٗ عَلَی الدَّابَّۃِ فَلَا یَرْکَبْہُ وَلَا یَقْبَلْہُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ جَرٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ قَبْلَ ذٰلِکَ

رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ باب الربا فصل ۳ صفحہ ۲۴۶)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم سے کوئی کسی کو قرض دے، اور مقروض اس کو ہدیہ دے یا چارپائے (گھوڑے وغیرہ) پر سوار کرے تو ہدیہ قبول نہ کرے نہ چارپائے پر سوار ہو۔ ہاں اگر پہلے ان دونوں کے درمیان اس قسم کے احسان سلوک کا طریق جاری ہو تو پھر حرج نہیں۔

ب۔ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَقْرَضَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلَا یَاْخُذْ ھَدِیَّۃً رواہ البخاری فی تاریخہ ترجمہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی شخص کسی کو قرض دے تو اس سے ہدیہ نہ لے۔ اس کو بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔

ج۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ یَدًا بِیَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِیْ فِیْہِ سَوَاءٌ (رواہ مسلم) ترجمہ: ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا سونے کے بدلے چاندی چاندی کے بدلے گیہوں

گیہوں کے بدلے کھجوریں کھجوروں کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر دست بدست ہے جو زیادہ دے یا زیادہ طلب کرے وہ سود کا مرتکب ہوا لینے دینے والا اس میں برابر ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

۵۔ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَلَقِیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ اِنَّکَ بِاَرْضٍ فِیْھَا الرِّبٰا فَاشٍ فَاِذَا کَانَ لَکَ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَاَھْدٰی اِلَیْکَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِیْرٍ اَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَاْخُذْہُ فَاِنَّہٗ رِبًا۔ رواہ البخاری۔

ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ میں مدینہ شریف میں آیا پس عبداللہ بن سلام کو ملا۔ فرمایا تو ایسی زمین میں ہے جہاں سود کا لین دین بہت ہے پس تیرا کسی کے ذمہ حق ہو اور وہ تجھے ایک بوجھ توڑی یا جو یا ایک گٹھڑ گھاس کا بطور ہدیہ کے دے تو نہ لے کیونکہ یہ سود ہے۔

ان چار احادیث سے مسئلہ حل ہو گیا۔ پہلی تین حدیثوں میں ہے کہ قرض دینے والے کو ہدیہ وغیرہ بھی قبول کرنا جائز نہیں۔ اور چوتھی حدیث میں فرمایا نہ زیادہ دے اور نہ زیادہ مانگے ورنہ سود کا مرتکب ہوگا۔ سوال کی صورت میں بیشک آپ مانگتے تو نہیں لیکن بنک اپنے قواعد کے مطابق سود دیتا ہے جو شرعاً جائز نہیں اگر آپ لیں گے تو سود کے مرتکب ہوں گے۔ کیونکہ سود کے لینے دینے والا برابر ہے۔ ہاں جنس شے کی کمی بیشی سود کی قسم سے نہ ہو اور قرض کا فیصلہ کر دیا جائے۔ یعنی کچھ لین دین بقایا نہ ہو تو ایسی صورت میں ادائیگی میں بہتر شے دے سکتا ہے۔ مثلاً اونٹ قرض لیا ادائیگی کے وقت اس سے موٹا تازہ یا زیادہ عمر کا ادا کر سکتا ہے۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مشکوٰۃ باب الافلاس والانظار فصل اوّل ص۲۵۱) کیونکہ حیوان سودی اشیاء کی قسم سے نہیں۔ اسی طرح کسی کے گھر میں آٹا نہیں اپنے ہمسایہ سے ادھار لے کر وقت پورا کر لیا پھر آٹا آیا تو اتنا اس کو دے دیا۔ یہ عام طور پر گھروں میں ہوتا رہتا ہے۔ اس صورت میں ردی آٹے کے بدلے عمدہ اور کھرا دے دے۔ تو اس کا بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ کھرے کھوٹے کے فرق کو شرع نے سود میں اعتبار نہیں کیا۔ اس لئے کھرا سونا چاندی ردی کے مقابلے میں برابر برابر لے دے سکتا ہے کم و بیش جائز نہیں۔ اگر کھرے کھوٹے کا شرع اعتبار کرتی تو کھرے سونے چاندی کے مقابلہ میں کھرا سونا چاندی دوگنا تگنا جائز ہوتا حالانکہ یہ جائز نہیں اسی طرح کھری اور ردی کھجوروں کے تبادلہ میں کمی بیشی جائز نہیں۔ چنانچہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے فرمایا اگر ردی دے کر عمدہ لینی ہوں تو ردی کو پیسوں سے فروخت کر دے۔ پھر پیسوں سے عمدہ خرید لے (ملاحظہ مشکوٰۃ باب الربا)

پس جب کھرے کھوٹے کا شرع نے اعتبار نہیں کیا تو ردی لے کر کھری ادا کر دے تو اس کا کوئی حرج

نہیں۔ بلکہ فرمایا۔ ان خیرکم احسنکم قضاء متفق علیہ۔ یعنی بہتر تمہارے وہ ہیں جو ادائگی میں اچھے ہیں۔ اور اس طرح بھی جائز ہے کہ ایک مویشی کچھ روپیہ پر خریدے جب روپے دینے لگا تو ایک آدھ روپیہ یا جتنا بھی چاہے زیادہ دے دیا۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے اونٹ خریدا اور قیمت ادا کرنے کے وقت زیادہ دیدیا۔ مشکوٰۃ باب النہی عنہا من البیوع (فصل اول ص۲۴۹) گویا بطور احسان اونٹ کی قیمت میں زیادہ کر دی۔ غرض ایسی صورت میں احسان سلوک کرنا جس کی کل صورت سود والی نہ ہو اور جس سے سود کا باب مفتوح نہ ہو اس کا کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بہت اچھی چیز ہے لیکن سوال کی صورت احسان ومروت کی نہیں۔ بلکہ سراسر سود کی ہے ہاں روپیہ آپ جمع نہ کرائیں۔ اور پھر بھی بنک آپ سے اس طرح ہمدردی کرے تو پھر سود کی صورت سے نکل سکتے ہیں۔ مگر ایسا کبھی ہوا ہے نہ ہوتا ہے بلکہ بنک سود کا حساب لگا کر دیتا ہے پس حفاظت کا بہانہ بنا کر مروجی سودی رقم وصول کر لینا جواز کا رستہ نہیں بلکہ یہ اسی پیش گوئی کا ظہور ہے کہ لوگ شراب کا نام بدل کر پی لیا کریں گے۔ خدا اس سے بچائے اور ایسے ایچ پیچ سے دور رکھے آمین

دنیا کی بھی عجیب حالت ہے حفاظت کے بہانہ سے بنکوں میں روپیہ رکھ کر سود کھاتے ہیں جب لڑائی کے خطرات میں افواہ اڑتی ہے کہ بنکوں کا روپیہ ضبط ہونے والا ہے تو اب حفاظت کی جگہ بن جاتے ہیں تف ہے ایسی دورنگی پر۔ خدا ان کو سمجھ دے کہ بہانوں سے حلال کو حرام نہ کریں۔ آمین۔ عبداللہ امرتسری

ضمانت بھر کر فائدہ اٹھانا

سوال۔ جس ملازمت میں بطور ضمانت پیشگی روپیہ رکھنا پڑے۔ اگر یہ روپیہ کوئی دوسرا شخص اس شرط پر رکھ دے کہ ملازم کی تنخواہ سے تہائی حصہ لیتا رہے گا۔ اور پھر اپنی رقم بھی پوری لے لے کیا یہ جائز ہے۔

جواب۔ یہ زبردست سود ہے۔ کیونکہ لوگ قرض دے کر تھوڑا سود لیتے ہیں۔ مثلاً پیسہ روپیہ ماہوار کے حساب سے اور یہ تہائی تنخواہ ہر ماہ میں لیتا ہے۔ تنخواہ کم از کم بیس روپے ماہوار تو ضرور ہوگی تو گویا پونے سات روپے ماہوار چار سو روپیہ کا سود ہوا۔ یہ بہت زیادہ سود ہے اور سود تو ایک پیسہ بھی حرام ہے۔ اتنا کیونکر جائز ہوگا۔ غرض صورت مذکورہ سراسر سود ہے جو قطعاً حرام ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ

مطابق ۹ نومبر ۱۹۳۹ء

مال اُدھار دے کر اس پر نفع لینا

سوال ۔ زید کا کسی شخص کو اس کی حسب مرضی مال بازار سے خرید کر دلا دینا اور اس مال پر بعد چند ماہ کی مدت مقرر کرکے نفع لینا درست ہے یا نہیں۔ یعنی زید اپنے روپے سے عمرو کو اس کی حسب منشاء مال تجارتی نرخ بازار سے خرید کر دلا دیتا ہے پھر اس مال پر چار آنہ روپے کے حساب سے نفع لگا کر ایک سال یا چھ ماہ کے لئے وہ مال اس کو دے دیتا ہے پس زید کا عمرو سے اس طریقے سے تجارت کرنا درست ہے یا نہیں۔

از ابو محمد عبد الجبار مدرس مدرسہ اہلحدیث کنڈ لہ ضلع جے پور

جواب ۔ اگر زید اپنے روپے سے مال خرید کر اپنے قبضہ میں کرلے اور جہاں خریدا ہے وہاں سے اٹھا کر اپنے گھر میں لے آئے یا کسی اور جگہ اپنے قبضہ میں رکھ دے اور غیر پر نئے سرے سے اس کو فروخت کرے خواہ ادھار یا نقد تو یہ درست ہے مشکوٰۃ باب المنہی عنہا من البیوع میں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ کَانُوْا یَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِیْ اَعْلَی السُّوْقِ فَیَبِیْعُوْنَہٗ فِیْ مَکَانِہٖ فَنَھَاھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِہٖ فِیْ مَکَانِہٖ حَتّٰی یَنْقُلُوْہُ (رواہ ابوداؤد)

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا یَبِعْہُ حَتّٰی یَسْتَوْفِیَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَتّٰی یَکْتَالَہٗ (متفق علیہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَّا الَّذِیْ نَھٰی عَنْہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ الطَّعَامُ اَنْ یُّبَاعَ حَتّٰی یُقْبَضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا اَحْسِبُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا مِثْلَہٗ (متفق علیہ)

(۱) یعنی ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ لوگ بازار کے اوپر کی طرف غلہ خریدتے پھر اسی جگہ فروخت کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ اس جگہ سے اس کو منتقل کریں۔

(۲) نیز ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غلہ خریدے تو اس کو اس جگہ فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس کو اپنے قبضہ میں کرلے۔

(۳) اور ابن عباس رضؓ کی روایت میں ہے یہاں تک کہ اس کو پیمانہ کرے۔

(۴) نیز ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کی بیع سے منع فرمایا ہے یہاں تک

کہ اس کو قبضہ میں کر لے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں میرے نزدیک ہر چیز کا یہی حکم ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زید بازار سے جو کچھ خریدتا ہے خواہ عمر کی مرضی کے مطابق خریدے وہ اپنا کر کے خریدے پھر وہاں سے اس کو اٹھا کر اپنے قبضہ میں کر کے عمر یا کسی دوسرے سے فروخت کرے۔ خواہ نقد یا ادھار خواہ نفع کے ساتھ یا بغیر نفع کے تو یہ درست ہے اس میں سود کا شبہ نہیں لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ زید نے جب یہ مال اپنا کر کے خریدا ہے خواہ عمر کی مرضی سے خریدا ہو۔ عمر اس کے لینے اور نہ لینے میں مختار ہے۔ زید اس کو شرعاً لینے پر مجبور نہیں کر سکتا کہ میں نے تیری مرضی سے تیری خاطر خریدا ہے۔ تو اس کو فروخت کر دے کیونکہ پہلی بیع عمر کے لئے نہیں بلکہ زید کی اپنے لئے ہے اگر پہلی بیع زید کے لئے نہ ہو تو پھر زید جو کچھ نفع کے نام سے لیتا ہے وہ نفع نہیں بلکہ سود ہے کیونکہ یہ شے جب زید کے قبضہ میں نہیں آئی تو نفع کس شے کا ہے، فافہم۔

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم مورخہ ۱۰ جمادی الثانی

ہبہ کا بیان

وارث کے لئے ہبہ اور ہبہ بلا قبضہ کا حکم

سوال ۔ ہندہ صاحب جائیداد عورت ہے اور لاولد ہے اس نے اپنی کچھ جائیداد اپنے بھتیجوں میں سے ایک بھتیجے زید کو ہبہ کر کے رجسٹری کرا دی ہے لیکن جائیداد مذکور کو اپنے ہی قبضہ میں رکھا، ہندہ کی زندگی میں زید کا انتقال ہو گیا۔ ہندہ نے بعد انتقال زید مذکور کے ہبہ کو منسوخ کرنے کی زبانی کوشش کی، اس کے بعد ہندہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندہ کا اپنے وارثوں میں سے جس کا حق مقرر ہے ہبہ کرنا جائز ہے؟ ہبہ کردہ جائیداد

سلفیہ: قبضہ ہر شے کا اس کے مناسب ہوتا ہے منقول شے میں تو منتقل کرنا وغیرہ ہے اور غیر منقول میں دوسری طرح کا تصرف ہے مثلاً مکان ہو تو اس کو قفل وغیرہ لگائے زمین ہو تو اس کی حد بندی کرے یا ہل وغیرہ چلائے۔ اسی طرح ہر شے کے حسب حال قبضہ ہوتا ہے۔ ۱۲۔